خوارج اور مسئلہ نصبِ امام

از:- جناب حافظ غلام مرتضیٰ صاحب ایم اے لکچرار عربی الہ آباد یونیورسٹی -

اسلام میں مملکتی تنظیم کے مسئلے کو ہمیشہ سے خصوصی اہمیت حاصل رہی ہے جہاں تک نفس مسئلے کا تعلق ہے شاید ہی کسی کو (ایجاباً یا سلباً) اس کی اہمیت سے انکار ہو، مگر اس اتفاق کے بعد اس کی دیگر تفاصیل میں جیسا کہ ہر اصولی مسئلے کی تفریع و تبسیط کے سلسلہ میں ہوا کرتا ہے مختلف مفکرین اسلام کے مابین جزئی اختلافات کا پیدا ہونا ناگزیر تھا۔ اگرچہ اکثر اوقات ان جزئی اختلافات کی نوعیت نزاعِ لفظی سے زیادہ نہیں ہوتی۔ مثلاً اس مسئلہ ہی کو کہ

"اسلام میں مملکتی تنظیم کے مسئلے کو ہمیشہ سے خصوصی اہمیت حاصل رہی ہے"۔

ممکن ہے بعض حضرات حسب ذیل الفاظ میں تعبیر کریں کہ

"اسلام میں نصبِ امام کی بنیادی اہمیت ہے"۔

یہ ایک لفظی نزاع سے زیادہ نہیں ہے مگر جب سالیبِ فکر میں پختگی آجاتی ہے تو ہر لفظ "جہانے دگر" بنجاتا ہے اور اس وقت انتخابِ الفاظ کا مسئلہ "خصوصی اہمیت" سے زیادہ "بنیادی اہمیت" کا حامل بن جاتا ہے، بات یہ ہے کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں مملکتی تنظیم کے مسئلہ کو ہمیشہ سے خصوصی اہمیت حاصل رہی ہے تو ہماری مراد محض اتنی ہوتی ہے کہ

"عامہ اہل اسلام کا سوائے خوارج اور چند معتزلہ کے اجماع ہے کہ نصبِ امام اُمت پر واجب ہے"

لیکن ع شب آخر گشتہ و افسانہ از افسانہ می خیزد

اس تعبیر میں ایک اور ترمیم پیش کی جاسکتی ہے جس کا میرے خیال میں نفس مسئلے سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ یہ ہے کہ خوارج میں سے صرف ایک مخصوص فرقہ "نجدات" عدم وجوب امامت کا قائل تھا جو کب کا

مٹ چکا. باقی تمام خوارج وجوبِ امامت کے مسئلہ میں اہلسنت کے ساتھ ہیں .

یہ ایک خاص تاریخی نزاع ہے جو عقائد و فقہ کی نزاعات سے قطعاً علیحدہ ہے اور جس پر بہت کشادہ دلی کے ساتھ بحث وتحیص کی جا سکتی ہے . جہاں تک تاریخ کے فیصلے کا تعلق ہے یہ کہنا غلط ہے کہ

۱- تمام خوارج وجوبِ امامت کے مسئلہ میں اہلسنت کے ساتھ ہیں' بالفاظِ دیگر وجوبِ نصب امام کے قائل ہیں اور یہ بھی غلط ہے کہ

۲- خوارج میں سے صرف ایک مخصوص فرقہ "نجدات" عدم وجوب امامت کا قائل تھا .

اور یہ بھی کہ

۳- وہ فرقہ (نجدات) کب کا مٹ چکا .

چونکہ خوارج کا امامت سے ایک خصوصی تعلق رہا ہے (اگرچہ سلبی) اس لئے یہ مسئلہ ایک سیر حاصل بحث کا مستحق ہے . کیا اچھا ہوتا کہ کوئی مورخ اس پر روشنی ڈالتا . لیکن اہل حضرات کی بے اعتنائی کے بعد مجھ جیسا نا اہل ہی اس فرضِ کفایہ کو ادا کرنے کی کوشش کر رہا ہے - وما توفیقی الا باللہ

(۱) علمائے محققین نے جہاں بھی وجوبِ امامت کے مسئلہ میں اختلاف کا ذکر کیا ہے وہاں خوارج کو اہلسنت والجماعت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے . کیونکہ ان حضرات کے نزدیک یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت تھی کہ خوارج ہرگز وجوبِ نصب امام کے قائل نہیں مثلاً

(۱) علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں .

وقول الخوارج انہ لایجب اصلا لما فیہ من اثارۃ الفتنۃ فاسد (شرح تہذیب الکلام ص۱۴۱)

خوارج کا یہ قول کہ نصب امام سرے سے واجب ہی نہیں کیونکہ اس میں فتنہ انگیزی کا اندیشہ ہے' باطل ہے

(۲) محقق طوسی کی کتاب تجرید کی شرح میں علامہ قوشجی لکھتے ہیں :.

وذھبت الخوارج الی انہ غیر واجب مطلقا (شرح تجرید بحث امامت)

خوارج کا مسلک یہ ہے کہ نصب امام سرے سے واجب ہی نہیں .

(۳) امام رازی اپنی کتاب المحصل میں "القسم الرابع فی الامامۃ" کے ذیل میں فرماتے ہیں .

منهم من قال بوجوبها ومنهم من لم يقل ...... واما الذين لم يقولوا بوجوبها فهم الخوارج والاصم (المحصل ص۱۷۶)	ان میں سے بعض لوگ وجوب امامت کے قائل ہیں اور بعض اس کے قائل نہیں۔ رہے وہ لوگ جو وجوب امامت کے قائل نہیں وہ خوارج اور اصم (معتزلی) ہیں۔

(۴) محقق سید شریف جرجانی نے شرح مواقف میں لکھا ہے:۔

وقالت الخوارج لا يجب نصب الامام اصلا بل هو من الجائزات (شرح مواقف جلد ثامن ص۳۴۵)	خوارج کا قول ہے کہ نصب امام سرے سے واجب ہی نہیں بلکہ یہ مسئلہ جائز امور میں سے ہے۔

(۵) قاضی بیضاوی صاحب تفسیر بیضاوی نے طوالع الانوار میں فرمایا ہے:۔

الباب الثالث في الامامة وفيه مباحث) الاول في وجوب نصب الامام اوجبه الامامية والاسماعيلية على الله والمعتزلة والزيدية علينا عقلا واصحابنا سمعا ولم يوجب الخوارج مطلقا	تیسرا باب امامت کے بارے میں ہے اور اس میں کئی مباحث ہیں پہلا بحث وجوب نصب امام کے متعلق ہے۔ امامیہ اور اسماعیلیہ کے نزدیک نصب امام اللہ تعالیٰ پر واجب ہے اور معتزلہ اور زیدیہ کے نزدیک مخلوق پر عقلاً واجب ہے اور ہمارے علماء نے اس کو از روئے شرع مخلوق پر واجب گردانا ہے اور خوارج نے سرے سے اس کو واجب ہی نہیں گردانا۔

(۶) علامہ شمس الدین اصفہانی مطالع الانظار میں لکھتے ہیں:۔

ولم يوجب الخوارج نصب الامام مطلقا لا على الله تعالى ولا علينا لا سمعا ولا عقلا (مطالع الانظار ص۴۶۲)	خوارج نے نصب امام کو بالکل واجب ہی نہیں گردانا نہ اللہ تعالیٰ پر اور نہ مخلوق پر نہ شرعی طور سے اور نہ عقلی طور سے۔

(۷) ابن ابی شریف اپنی کتاب المسامرہ میں لکھتے ہیں:۔

واما اصل الوجوب فقد خالف فیہ الخوارج فقالوا هو جائز ومنهم من فصل فقال قوم منهم لا يجب عند الامن دون الفتنة وقال فريق بالعكس اى يجب عند الفتنة دون الامن (المسامرہ ص۲۹۵)

رہا نفس وجوب امام کا مسئلہ تو خوارج نے اس بارے میں مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ جائز امر ہے اور ان میں سے بعضوں نے تفریق کی ہے چنانچہ ایک فریق کا قول ہے کہ امن کی حالت میں واجب ہے نہ کہ فتنہ کے زمانہ میں اور ایک فریق اس کے برعکس ہے یعنی فتنہ کی حالت میں واجب ہے نہ کہ امن کی حالت میں۔

(۸) علامہ سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں:۔ (خط کشیدہ الفاظ مقاصد کے ہیں)

احتجت الخوارج القائلون بعدم وجوب نصب الامام بان فى نصبه اثارة الفتنة (شرح مقاصد جلد دوم ص۲۷۶)

خوارج جن کا یہ عقیدہ ہے کہ نصب امام واجب نہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ نصب امام میں فتنہ انگیزی کا اندیشہ ہے۔

(۹) مولانا عبد العزیز فرہاری نبراس (شرح شرح عقائد نسفی) میں فرماتے ہیں

ثم الاجماع على ان نصب الامام واجب اراد اجماع اهل السنة والشيعة والمعتزلة لا اهل السنة بدليل قوله وانما الخلاف ولا الفرق كلها لان الخوارج لا يوجبونه (نبراس ص۱۱۵)

پھر اس بات پر اجماع امت ہے کہ نصب امام واجب ہے اجماع سے مصنف کی مراد اہلسنت، شیعہ اور معتزلہ کا اجماع ہے کیونکہ آگے چل کر فرماتے ہیں "وانما الخلاف" نہ تمام فرقوں کا اجماع اس لئے کہ خوارج نصب امام کو واجب نہیں مانتے

مذکورہ بالا اقتباسات سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ خوارج میں من حیث الجماعت عدمِ وجوب امامت کے قائل تھے بلکہ حوالہ ۱ اور ۴ سے ان اسباب کا بھی پتہ چلتا ہے جن کی بنا پر خوارج کا یہ عقیدہ تھا۔ حوالہ ۵ میں قاضی بیضاوی نے نصبِ امام کے متعلق اسلامی فرقوں میں جو اختلافات تھے ان کا اجمالاً ذکر کرنے کے بعد خوارج کی طرف سے نصبِ امام کی قطعی طور پر نفی کردی ہے۔ یہاں پر یہ بھی واضح کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اوپر جو حوالہ جات نقل کئے گئے وہ اہلسنت والجماعت کے اساطین علماء کی کتابوں سے

اخذ کیے گئے ہیں اور آخری عبارت شرح عقائد نسفی کی شرح سے نقل کی گئی ہے جو تمام اہلسنت کے درمیان عقائد کے بارے میں محقق اور مستند تصنیف ہے۔

علمائے اہلسنت کے علاوہ شیعہ مصنفین نے بھی اپنی کتابوں میں خوارج کو عدم وجوب امامت کا قائل بتلایا ہے۔ مثلاً

(۱۰) شرح باب الحادی عشر کا مصنف لکھتا ہے۔

فاعلم ان الناس اختلفوا فی الامامة هل هی واجبة ام لا۔ فقالت الخوارج لیست بواجبة اصلاً (شرح باب الحادی عشر ۳۴)	اس مسئلہ میں کہ امامت (نصب امام) واجب ہے یا نہیں لوگوں کا اختلاف ہے۔ خوارج کا یہ قول ہے کہ یہ بالکل واجب ہی نہیں۔

(۱۱) محمد بن محمود آملی "نفائس الفنون فی عرائس العیون" میں جو ابھی تک شائع نہیں ہوئی، لکھتے ہیں

"مذہب اشاعرہ وبعضے از معتزلہ آنست کہ نصب امام بر خلق واجبست و مذہب امامیہ واسماعیلیہ وبعضے از معتزلہ آنست کہ بر حق تعالیٰ واجب است و مذہب خوارج آنست کہ نصب امام واجب نیست اصلا" (نفائس الفنون ۲۰۸ مخطوطہ فاریہ لائبریری مفتی صاحب سہ مسجد بنہ الہ آباد)

اب تک علمائے اسلام کی مختلف تصانیف سے اقتباسات نقل کرکے یہ ثابت کیا گیا کہ خوارج وجوب امامت کے بارے میں اہلسنت کے ساتھ نہیں بلکہ اُن کے بالکل برخلاف تھے۔ ان عبارتوں کا مفہوم اس درجہ واضح ہے کہ یورپین مصنفین نے بھی باوجود ثقافتی اور تمدنی بُعد کے اُن کا یہی مفہوم سمجھا ہے جس کی طرف اُوپر اشارہ کیا گیا مثلاً

(۱۲) میکڈانلڈ جو مشاہیر مستشرقین میں سے ہے، اپنی کتاب "اسلامی دینیات، فقہ اور دستوری نظرئے کا ارتقاء" (۵۰) میں رقمطراز ہے

The Kharijites on the other hand recognize no fundamental need of an Imam, he is only allowable.

(اس کے برعکس خوارج قطعی طور پر کسی امام کی ضرورت نہیں سمجھتے، ان کے نزدیک نصب امام محض جائز امور میں سے ہے۔

(۱۳) ایک دوسرا یورپین مصنف (T. P. Hughes) لکھتا ہے

They also held that there was no absolute necessity for a Khalifah at all

(Dictionary of Islam P. 270)

(خوارج کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ سرے سے کسی خلیفہ کی مطلق ضرورت ہی نہیں)

مذکور الصدر حوالہ جات میں بھی عدم وجوب امامت کی نسبت خوارج کی طرف من حیث الجماعت کی گئی ہے۔ خوارج میں سے کسی صرف مخصوص فرقہ کی طرف اس کی نسبت نہیں کی گئی۔

۲- دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ خوارج میں سے صرف ایک مخصوص فرقہ "نجدات" عدم وجوب امامت کا قائل تھا جو اس درجہ صریح البطلان ہے کہ کسی وضاحت کا محتاج نہیں۔ بالفرض اگر کسی مصنف نے نجدات کی جانب اس عقیدے کی نسبت کی ہے تو اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ لوگ اس باب میں تشدد اور غلو سے کام لیتے تھے نہ یہ کہ ان کے سوا باقی تمام فرقے وجوب امامت کے بارے میں اہلسنت کے ساتھ تھے تاہم اس سلسلہ میں بھی چند علمائے محققین کے اقوال پیش کئے جاتے ہیں جن سے اندازہ ہوگا کہ کل خوارج یا ان میں سے اکثر کا یہ عقیدہ تھا مثلاً

(۱) امام رازی اپنی کتاب الاربعین میں فرماتے ہیں۔

قول اکثر الخوارج انہ لا یجب نصب الامام فی شئ من الاوقات فان فعلوہ جاز و ان ترکوہ جاز ایضاً۔	خوارج میں سے اکثر کا قول یہ ہے کہ نصب امام کسی وقت بھی واجب نہیں، لیکن اگر امام مقرر کرلیں تو بھی جائز ہے اور اگر نہ کریں تو بھی جائز ہے۔
(الاربعین صفحہ ۴۲۷)	

(۱۲) شیخ قاسم بن قطلو بغا شرح مسایرہ میں رقمطراز ہیں:۔

وقال اکثر الخوارج وابو بکر الاصم من المعتزلہ لا یجب علی اللہ تعالیٰ و لا علی الخلق (شرح مسایرہ صـ۲۹۷)

اکثر خوارج اور ابو بکر الاصم معتزلی کا قول ہے کہ نصب امام نہ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے اور نہ مخلوق پر۔

مذکورہ بالا تصریحات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ خوارج میں سے صرف ایک فرقہ "نجدات" ہی عدمِ وجوب امامت کا قائل نہ تھا بلکہ اُن میں سے اکثر کا یہی عقیدہ تھا۔ مزید تفصیل کے لئے چند دیگر اقتباسات بھی ہدیۂ ناظرین ہیں۔

(۳) محقق سید شریف جرجانی شرح مواقف میں فرماتے ہیں:

العجاردہ۔ ھو عبد الرحمن بن عجرد وھم آخر السبع من فرق الخوارج زادوا علی النجدات بعد ان وافقوھم فی مذ ھبھم وجوب البراءۃ عن الطفل (شرح مواقف جلد ثامن صـ۳۹۴)

فرقہ عجاردہ کا پیشوا عبد الرحمن بن عجرد تھا اور یہ خوارج کے سات فرقوں میں سے آخری ہے، ان لوگوں نے نجدات کے ساتھ اُن کے معتقدات میں موافقت کرنیکے بعد محض دوسری چیزوں کا اضافہ کیا مثلاً نابالغ کی برارت کو واجب جاننا وغیرہ۔

(۴) اسی بات کو کشاف اصطلاحات الفنون کا مصنف لکھتا ہے۔

العجاردۃ فرقۃ من الخوارج اصحاب عبد الرحمن بن عجرد وافقوا النجدات فیما ذھبوا الیہ الا انھم زادوا علیھم وجوب البراءۃ عن الطفل ...... (کشاف جلد دوم صـ۹۴۹)

عجاردہ خوارج میں سے ایک فرقہ ہے جو عبد الرحمن بن عجرد کے پیرو ہیں۔ ان لوگوں نے نجدات کے عقائد میں اُن کی موافقت کی لیکن نابالغ کے متعلق وجوب برارت کا بھی انھوں نے اضافہ کیا تھا۔

(۵) امام شہرستانی کتاب الملل والنحل میں فرماتے ہیں:-

العجاردۃ اصحاب عبد الکریم بن عجرد وافق النجدات فی بدعھم (کتاب الملل والنحل جزا صـ۵۹)

عجاردہ عبد الکریم بن عجرد کے پیرو ہیں۔ ابن عجرد نے نجدات کے ساتھ ان کی بدعتوں میں موافقت کی تھی۔

امام ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں کہ عجاردہ کے اندر پندرہ فرقے شمار کئے جاتے تھے (ملاحظہ ہو مقالات الاسلامیین جلد اول صہ ۹۳)

اس سے قارئینِ کرام اندازہ لگا سکتے ہیں کہ عجاردہ کی کتنی بڑی اکثریت تھی جو نجدات کے عقیدوں میں شریک تھی۔ لہذا جب نجدات کے ہمخیال دوسرے فرقے بھی موجود تھے تو یہ خیال کہ "خوارج میں سے صرف ایک مخصوص فرقہ نجدات عدمِ وجوب امامت کا قائل تھا" ایک بے معنی سی بات ہے۔

(۶) محقق سید شریف جرجانی شرح مواقف میں خوارج کے فرقوں کے شمار کے وقت لکھتے ہیں:-

الفرقة الثالثة من كبار الفرق الاسلامية الخوارج وهم سبع فرق المحكمة وهم الذين خرجوا على علیؓ عند التحكيم ...... ولم يوجبوا نصب الامام بل جوّزوا ان لا يكون فی العالم امام (شرح مواقف جلد ثامن صہ ۳۹۲)

اسلام کے بڑے فرقوں میں سے تیسرا فرقہ خوارج ہے اور اُن کے اندر پھر سات فرقے ہیں جن میں سے ایک محکمہ ہے جس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف تحکیم کے وقت بغاوت کی تھی اور ان لوگوں نے نصبِ امام کو واجب نہیں گردانا بلکہ اس بات کو جائز بتایا ہے کہ دنیا میں کوئی امام ہی نہ ہو۔

(۷) اسی بات کو کشاف اصطلاحات الفنون کا مصنف یوں لکھتا ہے:-

المحكمة فرقة من الخوارج وهم الذين خرجوا على علی كرم الله عند التحكيم ...... ولم يوجبوا نصب الامام (کشاف جلد اول صہ ۳۴۷)

محکمہ خوارج میں سے ایک فرقہ ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے مسئلہ تحکیم کے وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف خروج کیا تھا اور انھوں نے نصبِ امام کو واجب نہیں گردانا۔

(۸) امام عبدالکریم شہرستانی محکمہ کے حالات میں لکھتے ہیں:-

وجوّزوا ان لا يكون فی العالم امام اصلاً (الملل والنحل جلد اول صہ ۸۵)

ان لوگوں نے اس کو جائز قرار دیا تھا کہ دنیا میں سرے سے کوئی امام ہی نہ ہو۔

مذکور الصدر اقتباسات میں فرقہ محکمہ کی خصوصیات میں سے عدمِ وجوب نصبِ امام بتایا

گیا ہے - اس سے کم از کم اس بات کی توضیح ہو ہی جاتی ہے کہ فرقہ نجدات کے ساتھ محکمہ کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ یہ بھی واضح رہے کہ محکمہ ہی وہ فرقہ تھا جس نے سب سے پہلے تحکیم کے موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے اختلاف کیا اور بارہ ہزار کا لشکر جرار لیکر حضرت علیؓ کے مقابلے میں نہروان میں صف آرا ہوئے تھے اور جس پُرجوش نعرہ کے ذریعہ اتنی بڑی جمعیت اکٹھا کی گئی تھی وہ لاحکم الا للہ کا نعرہ تھا یعنی دنیا میں کسی امام کی امامت یا خلیفہ کی خلافت کی ضرورت نہیں، صرف اللہ کی حکومت یا بالفاظِ دیگر حکومت الہٰیہ قائم ہونی چاہیئے۔ خوارج کے اس نعرہ کا یقیناً غلط مقصد تھا۔ جیسا کہ خود حضرت علیؓ نے فرمایا ہے - امام شہرستانی لکھتے ہیں :-

ولما سمع امیر المؤمنین علی علیہ السلام هذه الکلمة عدل یراد بها جور انما یقولون لا امارة ولا بد من امارة برة او فاجرة۔

(الملل والنحل جلد اول ص۸۵)

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے یہ کلمہ سنا تو فرمایا کہ یہ ایک عادلانہ کلمہ ہے جس سے ان کا مقصد ظلم و ستم ہے ان کا صرف یہ قول ہے کہ کسی امارت (امامت) کی ضرورت نہیں ہے حالانکہ امارت (امامت) ناگزیر ہے خواہ وہ نیکوکار ہو یا بدکار ہو

مورخین لکھتے ہیں کہ نہروان کی اس جنگ میں مسلمانوں میں سے دس سے بھی کم افراد شہید ہوئے تھے۔ اس کے برخلاف خوارج میں سے جو زندہ بچے تھے وہ تعداد میں دس سے بھی کم تھے اور یہ معدودے چند افراد جو قتل ہونے سے بچ گئے تھے ان میں سے دو عمان، دو کرمان، دو سجستان، دو جزیرۃ العرب اور ایک یمن کی طرف فرار ہو گئے تھے اور خوارج کی ساری بدعتیں ان مقامات میں انھیں لوگوں سے پھیلیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الملل والنحل تالیف شہرستانی اور الفرق بین الفرق تالیف عبدالقاہر بغدادی بحث خوارج)

اس گزارش سے نہ صرف اتنا ہی واضح ہو جاتا ہے کہ محکمہ سے خارجیت کا آغاز ہوا بلکہ اس کی بھی صراحت ہو جاتی ہے کہ وہ مسئلہ جس کی بنا پر خوارج اہلسنت والجماعت کے سوادِ اعظم سے جُدا ہو گئے تھے

وہ عدم وجوب نصب امام ہی کا مسئلہ تھا۔

عربی کتابوں کو تو چھوڑیئے جس سے اس علمی کساد بازاری کے زمانہ میں لوگ ناواقفیت کا عذر پیش کر سکتے ہیں، اردو زبان میں بھی اس قسم کے حوالوں کی کمی نہیں جن میں سے ایک "مذاہب الاسلام" ہے جسے مولانا نجم الغنی خاں صاحب رامپوری نے اسلام کے مختلف فرقوں اور ان کے عقائد کے بارے میں لکھا ہے۔ اس کتاب میں مولانا موصوف فرماتے ہیں:۔

"اور اکثر خوارج کا یہ قول ہے کہ امام کا مقرر کرنا کسی حال میں امن کا زمانہ ہو یا فتنہ و فساد کا نہ اللہ پر واجب ہے نہ بندوں پر، نہ شرعی طور پر نہ عقلی طور پر، پھر اگر اسے مقرر کر دیں تو جائز ہے اور اگر نہ مقرر کریں تو بھی جائز ہے۔" (مذاہب الاسلام ص ۴۶۹)

۳۔ رہا یہ قول کہ فرقہ نجدات کب کا مٹ چکا، تو یہ ایسا مبہم ہے جس سے بالکل پتہ نہیں چلتا کہ آیا یہ فرقہ ظہور پذیر ہونے سے قبل ہی مٹ چکا تھا یا ۷۵ھ سے قبل مٹ چکا ہے۔ اگر یہ مراد ہے کہ یہ فرقہ پانچویں صدی ہجری سے قبل مٹ چکا ہے۔ کیونکہ علامہ ابن حزم ظاہری جن کا سال وفات ۴۵۶ھ ہے انھوں نے بھی اس فرقہ کے متعلق "وقد بادت النجدات" لکھا ہے تو یہ دعویٰ محل کلام ہے۔ کیونکہ نجدات جو نجدہ بن عامر کے قتل کے بعد عطویہ اور فدیکیہ نام کی دو شاخوں میں منقسم ہو گئے تھے ان میں سے عطویہ چھٹویں صدی میں بھی سجستان، خراسان، کرمان اور قہستان کے علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ جیسا کہ امام شہرستانی فرماتے ہیں۔

ثم افترقوا بعد نجدة الی عطویة و فدیکیة .... واھل سجستان و خراسان و کرمان و قھستان من الخوارج علی مذھب عطیة۔

(دیکھئے کتاب الملل و النحل جلد اول ص ۵۷)

ابن حزم ظاہری کی تحقیق تو یہ ہے کہ اباضیہ اور صفریہ کے علاوہ خوارج کے دوسرے فرقے ان زمانے میں مٹ چکے تھے جو ہرگز قابل تسلیم نہیں کیونکہ امام شہرستانی جو ابن حزم ظاہری کے تقریباً ایک صدی بعد گزرے ہیں، فرماتے ہیں کہ محکمہ کے چند افراد نہروان کی جنگ میں شکست کھانے کے بعد عمان،

کرمان، سجستان، جزیرۃ العرب اور یمن میں جا کر بس گئے تھے اس کے بعد لکھتے ہیں :۔

وظہرت بدع الخوارج فی ھذہ المواضع	ان مقامات میں خوارج کی بدعتیں انھیں لوگوں سے پیدا ہوئیں
منھم و بقیت الی الیوم (کتاب الملل والنحل ج ۱ بحث خوارج)	اور یہ بدعتیں آج بھی باقی ہیں ۔

اور جیسا کہ اس سے قبل عرض کیا جا چکا محکمہ ہی وہ فرقہ ہے جس سے خارجیت کا آغاز ہوا اور منجملہ دیگر بدعتوں کے اُن کی بنیادی بدعت عدمِ وجوب نصب امام ہی کا مسئلہ تھا جس کی شہادت اُن کے نعرہ "لاحکم الا للہ" سے ملتی ہے ۔

علاوہ بریں امام رازی کے ایک قول سے تو اس کی شہادت ملتی ہے کہ فرقہ نجدات علاقہ سجستان میں ساتویں صدی میں بھی (ان کے زمانہ میں) پائے جاتے تھے ۔ چنانچہ اپنی کتاب "اعتقادات فرق المسلمین والمشرکین" میں لکھتے ہیں :۔

الفرقۃ الثالثۃ النجدات اتباع نجدۃ	تیسرا فرقہ نجدات ہے جو نجدہ بن عامر حنفی کے پیرو ہیں
بن عامر الحنفی وھم یرون ان قتل	اُن کا عقیدہ ہے کہ مخالفین کو قتل کر ڈالنا واجب ہے
من خالفھم واجب واکثر الخوارج	اور سجستان کے اکثر خوارج اسی نجدہ ہی کے
بسجستان علی مقالتہ (اعتقادات ص ۴۷)	مذہب پر ہیں ۔

بہر کیف فرقہ نجدات جو بقول ابن حزم پانچویں صدی سے قبل مٹ چکا تھا وہ کم از کم ساتویں صدی میں (جو امام رازی کا زمانہ ہے) تو ضرور ہی پایا جاتا تھا اور میں تو یہاں تک کہوں گا کہ آج بھی جبکہ ایران میں عام طور پر شیعہ امامیہ کا مذہب رائج ہے اور افغانستان میں سنی المذہب کا غلبہ ہے، کون کہہ سکتا ہے کہ وہاں کے دیہی علاقوں میں اور کون کون سے مذاہب کے پیرو موجود ہیں اور اگر خوارج بھی ہیں تو وہ کس فرقے سے تعلق رکھتے ہیں اور اُن کے عقائد کی تفصیل کیا ہے ۔ جبکہ ہمارا اپنا تجربہ ہے کہ خود ہندوستان کے مختلف گوشوں میں بہت سے مذاہب اور فرقے ایسے پائے جاتے ہیں جن کی تفصیل عام طور پر لوگوں کو معلوم نہیں ۔

ممکن ہے کوئی صاحب اس سلسلے میں ابن حزم ظاہری کی حسب ذیل عبارت کا حوالہ دیں ۔

تتفق جمیع اھل السنۃ وجمیع المرجئۃ وجمیع الشیعۃ وجمیع الخوارج علی وجوب الامامۃ (کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل الجزء الرابع الکلام فی الامامۃ والمفاضلۃ)	جملہ اہل سنت والجماعۃ، تمام مرجیۃ، کل شیعہ اور سب خوارج کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نصب امام واجب ہے۔

تو میں عرض کروں گا کہ ہمیں علامہ ابن حزم ظاہری کے فضل وکمال سے انکار نہیں، ان کا ادب واحترام اپنی جگہ پر ہے مگر جب ایسی فضا پیدا ہو جائے کہ دوسرے علمار محققین کے اقوال اُن کے مقابلے میں نظر انداز کئے جانے لگیں تو مجھے مجبوراً یہ عرض کرنا ہی پڑے گا کہ علمائے ناقدین کے نزدیک ابن حزم ظاہری اہلِ سنت کے مسلک سے ناواقف تھے اور اہلِ حق اور باطل پرستوں کے درمیان تمیز کرنے سے بھی قاصر تھے مثلاً امام ابن السبکی فرماتے ہیں :۔

وابن حزم لایدری مذھب الاشعریۃ ولا یفرق بینھم وبین الجھمیۃ لجھلہ بما یعتقدون	ابن حزم اشاعرہ کے مذہب سے ناواقف ہیں اور اوران کے عقائد سے بے خبر ہونے کی وجہ سے جہمیہ اوران کے مابین کوئی فرق نہیں کرتے۔

(ملاحظہ ہو طبقات الشافعیۃ الکبریٰ الجزء الثالث)

حالانکہ اہلِ سنت والجماعت میں امام ابو الحسن اشعری کا اتنا بڑا درجہ ہے کہ آج بھی تمام دنیائے اسلام میں انھیں کے پیرو سب سے زیادہ پائے جاتے ہیں۔

علاوہ بریں ابن حزم ظاہری کو تو کچھ اعجوبہ نویسی ہی میں لطف آتا تھا۔ اجماعِ امت کے شارعِ عام سے ہٹ کر اپنے لئے ایک نئی راہ نکالنا ان کی فطرت میں داخل تھا اور اسی کو وہ مایۂ افتخار سمجھتے تھے خواہ ان کی جدت طرازی صریح نصوص کتاب وسنت ہی کے مخالف کیوں نہ ہو۔ مثلاً ان کی تحقیق ہے کہ بعض عورتیں بھی پیغمبر ہوئی ہیں۔

وشارکهم بعض النساء فی النبوة (ملاحظہ ہو الفصل فی الملل والاہواء والنحل الجزو الرابع)

حالانکہ خود قرآنِ پاک کا ارشاد ہے

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْــَٔـلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ نحل)

مذکورۂ بالا آیت میں قصر کے ابلغ طریقہ یعنی النفی والاستثناء کے ذریعہ رسالت کو صرف مردوں میں منحصر کر کے عورتوں کی طرف سے اُس کی نفی کر دی گئی ہے یعنی ہم نے صرف مردوں کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ بالفاظِ دیگر عورتیں پیغمبر نہیں ہو سکیں۔ چنانچہ اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں امام رازی فرماتے ہیں :۔

"دلت الآیۃ علی انہ تعالیٰ ما ارسل احداً من النساء"

ابن حزم ظاہری کی اعجوبہ نگاری کے بارے میں جو کچھ راقم نے عرض کیا وہ تنہا میرا ہی خیال نہیں ہے بلکہ بیسویں صدی کے مشہور مورخ و نقاد علامہ شبلی مرحوم نے بھی ابن حزم کی کتاب الملل والنحل پر تبصرہ فرماتے ہوئے یہی لکھا ہے۔ علامہ موصوف کے الفاظ درجِ ذیل ہیں :۔

"اس کتاب میں بعض خیالات بالکل جدید ہیں مثلاً یہ بحث کہ عورتیں پیغمبر ہو سکتی ہیں یا نہیں اس کے متعلق ہم کو جہاں تک معلوم ہے آج تک کسی نے اثبات کا پہلو نہیں لیا۔ لیکن علامہ ابن حزم ظاہری کا دعویٰ ہے کہ عورتیں پیغمبر ہو سکتی ہیں"

(ملاحظہ ہو مقالاتِ شبلی جلد چہارم صفحہ)

بہر کیف جو مصنف رسالت جیسے اہم دینی مسئلہ میں قرآنِ پاک کی تصریح کے خلاف مسلک اختیار کرنے کی جرأت کر سکتا ہے وہ اگر خوارج کے بارے میں ایسی اطلاع دے جو تاریخی شواہد کے خلاف ہو تو کوئی بعید نہیں۔